اردو ناول اکیسویں صدی کی روشنی میں

روحی صبا

ریسرچ اسکالر، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

ملخص

اکیسویں صدی میں اردو ناول نے موضوعاتی اسلوبیاتی دونوں سطح پر ترقی کے مدارج طے کئے ہیں۔ کیوں کہ اس عہد کے ناولوں میں موضوعاتی سطح پر اہم تجربے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس پر اضافہ یہ کہ بیان کی سادگی کہانی پن بیانیہ اسلوب اعتدال و توازن کے ساتھ علامت کا استعمال شدید داخلیت سے انحراف فن و تکنیکی سطح پر نئے تجربے کی پیشکش زندگی کی حقیقت اور اس کے تعمیری پہلوؤں کی ترجمانی اور بہتر روایات کی توسیع اکیسویں صدی کے ناولوں کی اہم خصوصیات ہیں جن کی بنیاد پر اس عہد کے ناولوں کو بیش بہا کی حیثیت حاصل ہے۔ اس عہد کے ناول نگاروں میں عبدالصمد کا نام خاص طور سے اہم ہے۔ ان کے کئی ناول ''دوگز زمین''، ''مہاتما''، ''خوابوں کا سویرا''، ''مہاساگر''، ''دھمک''، ''اجالوں کی سیاہی''، ''بکھرے اوراق''، ''شکست کی آواز'' وغیرہ ادبی حلقے میں بیش بہا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عبدالصمد نے ان تمام ناولوں میں سیاسی، سماجی، تہذیبی و ثقافتی اور تعلیمی مسائل کو موضوع خاص بنایا ہے۔ تعلیمی نظام کے گورکھ دھندے اور سیاست کی کالا بازاری اور تقسیم ہند جیسے موضوع کو اس چابک دستی کے ساتھ ناول کے کینوس پر اتارا ہے کہ پڑھنے والا تمام نشیب و فراز سے باخبر ہوتا ہے۔ اردو ناول کی آبیاری میں عبدالصمد کا قلم تقریباً چار دہائیوں سے مصروف ہے امید ہے کہ آئندہ بھی وہ اسی انہماک کے ساتھ اردو ناول تحریر کریں گے۔

☆☆☆☆☆

یہ حقیقت ہے کہ اردو ناول صنعتی عہد کی پیداوار ہے اور ابتدا میں بھی اس صنف نے زمانے کی افراط و تفریط کو مرکزیت عطا کی۔ اس کی خاص وجہ ہے کہ اردو ناول میں حقیقت پسندی کو خاص دخل حاصل تھا۔

اس طرح اردو ناول نے ہر عہد میں زمانے کے نامساعد حالات کو سمیٹنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔اسی سبب اردو ناول کو زمانے کا نگار خانہ بھی کہا گیا ہے۔ہم اس پہلو سے بھی آشنا ہیں کہ ایک فنکار اپنے عہد کی افراط وتفریط سے منھ نہیں موڑ سکتا۔ایک فنکار حساس ذہن کا مالک ہوتا ہے وہ زمانے کی ناسازگاری کو ایک تماشائی کی طرح قبول نہیں کرسکتا بلکہ زمانے کی کجروی سے اس کا دل کافی حدتک افسردگی کا شکار ہوتا ہے۔لہٰذا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اردو ناول میں ہر مسائل کی پیشکش بہت ہی حقیقت کے ساتھ ہوئی ہے۔مختصر یہ کہ اکیسویں صدی کی روشنی میں جب ہم اردو ناول کا جائزہ لیتے ہیں تب ہم بلا تامل یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ آج کے ناول میں منصب اہمیت تخلیقی تیور اور خلاقانہ عظمت بدرجہ اتم موجود ہیں۔اس سلسلے سے ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی فرماتے ہیں:

''ہمعصر اردو ناول بصیرت سے مالا مال ہے۔صورت واقعہ اور وسیع تناظر کی سطح کی نقاب کشائی جس انوکھے انداز سے ہو رہی ہے اس سے فکر انگیزی تو سامنے آتی ہی ہے معنوی عمق کی صورت پذیری بھی سامنے آتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زندگی میں نئے نئے مسائل پیدا ہو چکے ہیں۔فکر کی نئی راہیں مختلف وضع کی ڈگر سے ہٹ کر ہیں اور انتشار اور بے راہ روی کو ایک روش تسلیم کرلیا گیا ہے۔سچ تو یہ ہے کہ آج زندگی میں بڑی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔نئی صدی کی آب و ہوا میں اپنی راہ متعین کرنے کی زبردست کوشش ہو رہی ہے اور قلم کار نظریات کا بارگراں دوش پر اٹھانے میں کامیاب ہیں۔''

اردو ناول کی پیش رفت،منصور خوشتر،ص-۱۷

اکیسویں صدی کے ناولوں کا جائزہ لیا جائے تو اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ اس عہد کے ناول میں موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے تازہ کاری باطنی کرب، بے سمتی انتشار کا اظہار مسائل کا حقیقی عرفان و ادراک تبدیل شدہ اقدار کا حقیقی پسندانہ بیان دیکھنے کو ملتا ہے۔اس عہد کے وہ ناول نگار جنہیں اہم دستخط کی حیثیت حاصل ہے۔ان کے سلسلے سے ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی رقم طراز ہیں:

''جوگندر پال، علی امام نقوی، صلاح الدین پرویز، عشرت ظفر، مظہر الزماں خاں، حسین الحق، عبدالصمد، غضنفر، شموئل احمد، مشرف

> عالم ذوقی، الیاس احمد گدی، اقبال مجید، سید محمد اشرف، ساجدہ زیدی، یعقوب یاور شفق، ترنم ریاض، محمد علیم، شمس الرحمٰن فاروقی، انیس ناگ، نورالحسنین، کوثر مظہری، شاہد اختر آچاریہ شوکت خلیل، احمد صغیر، علی امجد ظفر عدیم اور شہپر امام وغیرہ ایسے نام ہیں جن کا سب سے بڑا Contribution یہ ہے کہ ادب کی دنیا میں انہوں نے ناول کو پہلے پائدان پر پہنچا دیا ہے اور آج نقادوں کو مجبور کر دیا ہے یہ اعلان کر دینے پر کہ اکیسویں صدی اور فکشن بالخصوص اردو ناول کی صدی ہے۔''

اردو ناول کی پیش رفت، منصور خوشتر، ص-۲۳

اکیسویں صدی میں اردو ناول نے موضوعاتی اسلوبیاتی دونوں سطح پر ترقی کے مدارج طے کئے ہیں۔ کیوں کہ اس عہد کے ناولوں میں موضوعاتی سطح پر اہم تجربے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس پر اضافہ یہ کہ بیان کی سادگی کہانی پن بیانیہ اسلوب اعتدال وتوازن کے ساتھ علامت کا استعمال شدید داخلیت سے انحراف فن وتکنیکی سطح پر نئے تجربے کی پیشکش زندگی کی حقیقت اور اس کے تعمیری پہلوؤں کی ترجمانی اور بہتر روایات کی توسیع اکیسویں صدی کے ناولوں کی اہم خصوصیات ہیں جن کی بنیاد پر اس عہد کے ناولوں کو بیش بہا کی حیثیت حاصل ہے۔ اس عہد کے ناول نگاروں میں عبدالصمد کا نام خاص طور سے اہم ہے۔ ان کے کئی ناول ''دوگز زمین''، ''مہاتما''، ''خوابوں کا سویرا''، ''مہاساگر''، ''دھمک''، ''اجالوں کی سیاہی''، ''بکھرے اوراق''، ''شکست کی آواز'' وغیرہ ادبی حلقے میں بیش بہا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عبدالصمد نے ان تمام ناولوں میں سیاسی، سماجی، تہذیبی وثقافتی اور تعلیمی مسائل کو موضوع خاص بنایا ہے۔ تعلیمی نظام کے گورکھ دھندے اور سیاست کی کالا بازاری اور تقسیم ہند جیسے موضوع کو اس چابک دستی کے ساتھ ناول کے کینوس پر اتارا ہے کہ پڑھنے والا تمام نشیب وفراز سے باخبر ہوتا ہے۔ اردو ناول کی آبیاری میں عبدالصمد کا قلم تقریباً چار دہائیوں سے مصروف ہے امید ہے کہ آئندہ بھی وہ اسی انہماک کے ساتھ اردو ناول تحریر کریں گے۔

مشرف عالم ذوقی کا نام بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ انہوں نے کئی اہم ناول لکھے ہیں۔ جن میں ''نیلام گھر'' (۱۹۹۲ء) ''شہر چپ ہے''، ''بیان'' (۱۹۹۵ء) ''مسلمان''، ''ذبح''، ''پوکے مان کی دنیا'' (۲۰۰۴ء) ''پروفیسر ایس کی عجیب داستان'' (۲۰۰۵ء) ''لے سانس بھی آہستہ'' (۲۰۱۰ء) ''آتش رفتہ کا

سراغ'' (۲۰۱۳ء) اور ''نالہ شب گیر'' (۲۰۱۴ء) ہیں۔ ناول ''لے سانس بھی آہستہ'' میں مشرف عالم ذوقی نے فینٹاسی تجسس مافوق الفطرت عناصر کی طلسمی دنیا کی خوبصورت استعمال سے ناول کے کینوس کو تازگی عطا کی ہے۔ آپ کی فنی ہنرمندی بالکل عیاں ہے۔ کیوں کہ جس طرح اس ناول میں ایک ارفع ترین تجربے کی کلید کا احساس ہوتا ہے وہ دوسرے ناول میں مفقود نظر آتا ہے۔ اس پر اضافہ یہ کہ اس ناول میں خوبصورت بیانیہ اور طلسمی حقیقت نگاری کی آمیزش سے نئی اور پرانی دنیاؤں کا سہارا لے کر تہذیبوں کے تصادم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس ناول کے تعلق سے یعقوب یاور فرماتے ہیں:

> ''اس ناول میں انسانی نفسیات کے ان باریک تاروں کو چھیڑ دیا گیا ہے جو ہماری رگوں میں دوڑنے والے خون کو منجمد کر سکتا ہے۔ ناول کا کینوس وسیع ہے۔ .... چنانچہ ازاول تا آخر ناول میں قاری کی دلچسپی یکساں طور پر برقرار رہتی ہے۔''

رسالہ اذکار، کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور، ص-۱۰۹

یہ ناول موضوع کی سنگینی اور اسلوب کی جادو بیانی اور انوکھے پن کے لحاظ سے بھی کافی اہمیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر احمد صغیر کے تین ناول ''جنگ جاری ہے'' (۲۰۰۱ء) ''دروازہ ابھی بند ہے'' (۲۰۰۸ء) اور ''ایک بوند اجالا'' (۲۰۱۳ء) میں منظر عام پر آ کر داد حاصل کر چکے ہیں۔ ناول ''جنگ جاری ہے'' میں ناول نگار نے سیاسی داؤ پیچ مسلم معاشرے کی فرسودگی کو موضوع خاص عطا کیا گیا ہے۔ ناول ''دروازہ ابھی بند ہے'' میں گجرات کے فسادات اور مسلمانوں کی محرومی کی حقیقی تصویر کشی کی گئی ہے۔

محمد علیم کے ناول ''میرے ناولوں کی گمشدہ آواز'' (۲۰۰۲ء) میں الیکشن ووٹ اور سیاست کے حوالے سے کئی اہم پہلوؤں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کی افسردگی کو بھی سامنے لایا گیا ہے۔

آچاریہ شوکت خلیل کا ناول ''اگر تو لوٹ آتے'' ۲۰۰۳ء میں شائع ہو کر داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس ناول میں صوبہ بہار خصوصی طور سے متھلا نچل کی عوامی زندگی کی کشمکش اور تصادم کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

شاہد اختر کا ناول ''شہر میں سمندر'' (۲۰۰۵ء) میں منظر عام پر آ کر داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس ناول میں شہر ممبئی کے نچلے طبقے اور متوسط طبقے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس ناول کے مطالعہ کے بعد ان دونوں

طبقے کی سچی تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

ثروت خان کا ناول ''اندھیرا پگ'' (۲۰۰۵ء) کافی مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔اس ناول میں راجستھان کے ایک گاؤں دیش نوک کی کہانی کو مرکزیت عطا کی گئی ہے۔ثروت خان نے چوں کہ اپنے ناول اورافسانے میں علاقائیت کو فوقیت عطا کی ہے اسی لئے اس ناول میں بھی انہوں نے راجستھان کے گاؤں کے حالات کو پیش کیا ہے۔خصوصی طور سے عورتوں کے بے بسی اور محرومی کو سامنے لانے میں وہ محو ہیں۔وہ بے خوف وخطر تعلیم نسواں پر زور دیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔اس کی خاص وجہ ہے کہ ثروت خان عورتوں کی بے بسی کے لئے تعلیم کی طرف سے بے رخی کو زیادہ ذمہ دار مانتی ہیں۔

صادقہ نواب سحر کا ناول ''کہانی کوئی سناؤ متاشا'' (۲۰۰۸ء) ہے۔اس ناول کو بھی کافی مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔اصل میں یہ ناول متاشا کی روداد ہے۔اس میں تو کئی کردار ہیں،لیکن یہ تمام کردار متاشا کے کردار کو فروغ دینے کے لئے خلق کئے گئے ہیں۔مختصر یہ کہ یہ ناول اپنے موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے کافی پسند کیا گیا ہے۔اس ناول کے سلسلے سے یہ اقتباس دیکھئے:

> ''عنوانات اور ذیلی عنوانات کے تحت کہانی کی تکنیک کو انہوں نے الگ انداز سے بیان کیا ہے۔دلچسپ انداز بیان میں صادقہ نواب نے تجسس کے ساتھ نفسیاتی احتساب کیا ہے اور روداد کو رنگ وآہنگ بخشا ہے۔''

رسالہ شاعر،مارچ ۲۰۱۷ء،ص-۲۲

مذکورہ بالا تمام ناولوں کے علاوہ ظفر پیامی ''فرار'' ملک راج آنند ''شہید'' علی امام نقوی ''بساط'' سلیم شہزاد ''دشت آدم'' اقبال انصاری ''پارس'' نثار عزیز بٹ ''نگری نگری پھر مسافر''، ''کاروان وجود'' اور ''دریا کا سنگم'' بشریٰ رحمان ''بہشت'' ناصرہ شرما ''بہشت ذہرا'' اور رفعت سروش ''شہر نگاراں'' کے ناول کو بھی اکیسویں صدی کے اہم ناولوں میں شمار کیا جائے گا۔اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اکیسویں صدی میں اردو ناول کی اہمیت وافادیت برقرار ہے۔